مدیر مسئول
محمد عطاء اللہ حنیف
جماعت اہلحدیث کا ترجمان اور مسلک اہلحدیث کا داعی
ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور
فون
۵۴۴۰۶
جلد ۳۶ شمارہ ۴۵
جمعۃ المبارک
۱۷ رمضان ۱۴۰۵ھ
۷ جون ۱۹۸۵ء
مندرجات
اداریہ ۳
طاق راتوں میں مروجہ امور ۵
افادات ابن القیم رح ۱۱
روزے کا مقصد اور فوائد ۱۵
اعتکاف اور لیلۃ القدر ۱۹
مجلس ادارت
حافظ صلاح الدین یوسف
علیم ناصری ایم اے
معاون
محمد سلیمان انصاری
بدل اشتراک: سالانہ ۵۰ روپے
فی پرچہ ڈیڑھ روپیہ
ممالک غیر سے ۲۰ پونڈ

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن • آپ کے بھرپور تعاون کا حقدار

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن ضلع فیصل آباد حضرت صوفی عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کی ساٹھ سالہ مخلصانہ خدمات کا ثمرہ ہے۔ بحمد اللہ اس کے فضلاء ہزاروں سے تجاوز ہیں اور ملک بھر میں دینی و تبلیغی فرائض باحسن طریق انجام دے رہے ہیں جامعہ ہذا کا مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب سے معادلہ ہو چکا ہے اس سال چھ طلبہ کا داخلہ بھیجا جا رہا ہے۔ چانسلر ریاض یونیورسٹی کی آمد کی وجہ سے ریاض یونیورسٹی سے رابطہ قائم کیا جا رہا ہے۔ جامعہ میں اخیر ی کا سہایت معقول بندوبست کر لیا گیا ہے۔ طلباء ایف اے اور بی اے کی سطح تک امتحانات میں شریک ہو رہے ہیں۔ اس سال جامعہ میں حفظ کے ساتھ ساتھ شعبہ تجوید کا باقاعدہ افتتاح کیا جا چکا ہے اس سال جامعہ میں تقریباً چار صد بیرونی طلبہ، اکیس اساتذہ تعلیم و تعلم میں مصروف رہے ہیں جن کے جمیع اخراجات کا جامعہ کفیل ہے۔ آٹھ دیگر ملازمین اس پر مستزاد ہیں۔

جامعہ کی سالانہ کانفرنس ملک بھر میں ایک منفرد مقام رکھتی ہے جو دین اور مسلک کی اشاعت کا بہترین ذریعہ ہے۔ جامعہ کا سالانہ تعلیمی و تبلیغی و اشاعتی اور تعمیراتی بجٹ دس لاکھ روپے پر مشتمل بنایا گیا ہے۔

ظاہر ہے اتنی خطیر رقم آپ دوستوں کے مخلصانہ تعاون سے ہی فراہم ہو سکتی ہے۔ رحمت و زعفران کا مقدس مہینہ سایہ فگن ہے براہ کرم حسب سابق جامعہ سے بھرپور تعاون فرمائیں اور اپنی زکوٰۃ کا بیشتر حصہ جامعہ کے لیے مختص کریں۔

مولانا عبدالرشید صاحب حجازی از کاموں کی تا پشاور • مولانا محمد اسحاق انصاری • عبدالعزیز ملتانی۔ ملتان میں، مولانا عبدالرشید راشد ساہیوال میں، مولانا عبدالقادر ندوی کراچی میں، مولانا محمد اسحاق چیمہ، میاں عبدالواحد فیصل آباد اور لاہور کے چند کاروباری حلقوں میں، مولانا بشیر احمد نعمانی و قاری حفیظ الرحمٰن لاہور میں۔ مولانا محمد علی جانباز، مولانا محمد امین صادق مولانا عبدالرشید اکاڑوی اور مولانا رفیع الدین مختلف قصبات اور دیہات میں جامعہ کے لیے دورے فرما رہے ہیں یہ سب حضرات بوجہ اللہ خدمات انجام دے رہے ہیں، راقم حسب سابق تمام مقامات پر ان شاء اللہ حاضر ہوگا۔

محمد اسلم سیف فیروز پوری ناظم جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن • ضلع فیصل آباد

حضرت حافظ محمد عبداللہ بڈھیمالوی مدظلہ العالی کے زیر سرپرستی

مدرسہ دارالحدیث وحفظ القرآن کا عظیم تعلیمی منصوبہ

ہم نے گذشتہ سال اس دینی درسگاہ کے لیے ایک بہت بڑا منصوبہ بنایا تھا جس کے لیے دو ایکڑ رقبہ بمقام جلہ چوک تاندلیانوالہ منڈی ضلع فیصل آباد میں بفضل اللہ تعالیٰ -/۱۵۲۰۰۰ (ایک لاکھ باون ہزار) روپے ادا کر کے پہلا مرحلہ طے کر لیا گیا۔ اب دوسرے مرحلے میں اس رقبے پر عظیم الشان مسجد، دارالاقامہ، دارالتدریس، لائبریری، ڈسپنسری وغیرہ کی تعمیر کا پروگرام ہے

عرصہ دراز سے (مدرسہ دارالحدیث وحفظ القرآن رحمانیہ جسٹرڈ) چک نمبر ۴۰۵ گ ب کیانہ دینی تعلیم و تبلیغ میں مصروف ہے ہر سال طلبہ سند فراغت حاصل کرتے ہیں بیرونی طلبہ کی تعداد سال ... کے زیر ان ری اور حسب سابق باقاعدہ امتحان ہوئے۔ اول، دوم، سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ میں انعامات تقسیم ہوتے ... کے علاوہ شعبہ حفظ القرآن والناظرہ برائے طلبہ و طالبات اور پرائمری سکول کا باقاعدہ انتظام ہے۔ اس مدرسہ کا سالانہ خرچ ایک لاکھ روپے ہے ... مدرسہ کے لیے مستقل ملکیت ساڑھے ... رقبہ اسی گاؤں میں ہے) تاہم کوئی خاص مستقل آمدن نہیں آپ کے صدقہ و خیرات ... اس دینی درسگاہ کے عظیم منصوبہ کی طرف ... توجہ فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

اس سال ... حاجی ... صاحب ... کی وجہ سے بند ہو گئی ہے اس لیے راقم الحروف اکیلا ہی حاضر خدمت ہونے کی کوشش کرے گا بصورت دیگر آپ اس پتہ پر ... اکاؤنٹ نمبر ۲۶۵ P.L.S حبیب بنک تاندلیانوالہ

باہتمام: حاجی عبدالحق کیانہ ۴۰۵ گ ب ڈاکخانہ خاص • تحصیل سمندری • ضلع فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فون دفتر الاعتصام ۵۴۴۰۶
جلد ــ ۳۶
شمارہ ــ ۴۵

ہفت روزہ
الاعتصام
لاہور

فون مولانا محمد عطاء اللہ حنیف (رہائش) ۶۲۴۷۰۶
۱۷ رمضان سنہ ۱۴۰۵ھ
۷ جون سنہ ۱۹۸۵ء

ہر سال بجٹ مہنگائی پر منتج ہوتا ہے

پاکستان میں شاید ہی کوئی سال ایسا گزرا ہو جب بجٹ کا اعلان مہنگائی کا سبب نہ بنا ہو۔ بجٹ کی آمد تاجروں کے لئے ضمنی "لوٹ مار" کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ اکثر اشیائے صرف بجٹ کے اعلان سے پہلے یا تو بازار سے غائب ہو جاتی ہیں۔ اور یا تاجر اور دکاندار از خود بعض اشیاء کی قلت کا بہانہ کرکے ان کی من مانی قیمتیں وصول کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ان پر نہ کوئی اخلاقی قدغن لگ سکتی ہے نہ قانونی گرفت عائد ہو سکتی ہے بلکہ صارفین بچارے اپنی ضروریات کے پیش نظر زیادہ قیمت دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ آج تک ہم نے کوئی ایسا بجٹ نہیں دیکھا جس کے جلو میں مہنگائی نہ آتی ہو۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ بجٹ پیش کرنے والی ہر حکومت اپنے بجٹ کو متوازن بجٹ کا نام دیتی ہے، خواہ اس کے ساتھ قوم کی اقتصادی حالت کا اپنا توازن کیسا ہی بگڑ گیا ہو۔

مہنگائی کا ایک جواز بین الاقوامی منڈی میں اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ بتایا جاتا ہے مگر بعض اشیاء کے سلسلے میں یہ کلیہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً اس سال معلوم ہوا ہے کہ تیل پیدا کرنے والے ملکوں میں تیل کی قیمت میں کمی کر دی گئی ہے مگر پاکستان میں پٹرول کی قیمت میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ مٹی کے تیل کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے اور بجٹ میں بیشتر اشیاء پر ٹیکسوں کے باعث ان کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ٹرانسپورٹ کے کرائے بڑھا دیئے گئے ہیں۔ ریلوے بھی کرایوں میں خاصا اضافہ کر چکی ہے اور ھل من مزید کے لیے پر تول رہی ہے۔ اسی طرح زندگی کے دوسرے شعبوں میں اشیائے ضرورت کے نرخوں میں کہیں ٹھہراؤ کا نام نہیں۔ آٹا، دالیں، دودھ، سبزیاں، گوشت اور پھل صارفین کے لیے پریشان کن صورت حال پیدا کئے رکھتے ہیں

بجٹ کے پیش کنندگان ہر مرتبہ یہ یقین دہانی بھی کرواتے ہیں کہ قیمتوں کے اضافے کا اثر عام آدمی پر نہیں پڑے گا مگر اس کے برعکس عملی طور پر ہوتا یہی ہے کہ مہنگائی کا اثر پڑتا ہی عام آدمی پر ہے۔ مزدوری پیشہ اور کم تنخواہ پانے والے کارکن، مزدور، کلرک وغیرہ ہر وقت مہنگائی کے بوجھ تلے پسے رہتے ہیں۔ البتہ کارخانے دار، زمیندار اور بڑے افسران نہایت خوشحال نظر آتے ہیں۔ اقتصادی بدعملی نے ملک میں امیر اور غریب کے فرق کو واضح کرکے رکھ دیا ہے۔ ایسی صورت حال اصل میں کسی قوم کے اندر بے چینی اور اضطراب پیدا کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے اس کی وجہ ہمارے ملک میں تو یہی نظر آتی ہے کہ یہاں تجارت نے "لوٹ کھسوٹ" اور فریب کاری کی صورت اختیار کرلی ہے۔ بڑے بڑے زمیندار امراء کے کارخانوں اور تجارتی کاروبار کے حساب کتاب جھوٹے کھاتوں پر مشتمل ہیں۔ یہاں کوئی کھاتے دار اپنا ایماندارانہ اکاؤنٹ

پیش کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور یہی جھوٹے "حساب و کتاب" رشوت کو فروغ دیتے ہیں اور انکم ٹیکس کے اہل کاروں کے ایمان خریدتے ہیں۔ یہ "ایمان فروشی" سرکاری محکموں میں باقاعدہ "فن" بن گئی ہے جس سے قرآن نے یہ کہہ کر منع فرمایا ہے۔ لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ مگر ہمارے یہاں دھڑلے سے اس حکم کی خلاف ورزی ہو رہی ہے اور کسی کو یہ یاد نہیں ہے کہ یہاں جس طرح جھوٹے کھاتے پیش کر کے منافع حاصل کیا جا رہا ہے آخرت میں "سچے کھاتے" پیش ہو کر سراسر خسارے کا سودا سامنے آئے گا۔ جس کا کوئی تدارک بھی ممکن نہیں ہو گا۔ اس لیے اے اہل اقتدار اور اے اہل ثروت دنیا میں تم ہی ان مہنگائیوں اور قومی بدعملیوں کا باعث ہوئے۔ اگر تم درست ہو گئے تو ملک کی اقتصادی حالت درست ہو گی ورنہ نہیں۔ اس وقت تجارت میں جو لوٹ کھسوٹ ہو رہی ہے وہ صرف تمہاری عیاشیوں کے باعث ہے۔

یاد رہے کہ سابقہ اُمتوں کی تباہیاں اور غرقابیاں ان کے بڑے لوگوں کے اعمال کے باعث ہی پیش آتی رہی ہیں۔ وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۔ (بنی اسرائیل - ۱۶)

اس لیے اگر اہل اقتدار اور اہل ثروت اپنی بے پناہ عیاشیوں آسائشوں اور نمائشوں سے باز نہیں آئیں گے تو ان کے - تاریخ سے نہ وہ بچ سکیں گے نہ قوم کسی خیر و فلاح سے ہمکنار ہو سکے گی ؎

تم نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے اہلِ ہوس
اور پھر ساتھ زمانے کو بھی لے ڈوبو گے

شب قدر کی خاص دُعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ
فَاعْفُ عَنِّيْ

احکام و مسائل

رمضان المبارک کی طاق راتوں میں بعض مروّجہ امور کی شرعی حیثیت

سوالات کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں :-

۱ :- نمازِ تسبیح کے لئے اعلان و اہتمام کرکے مسجدوں میں اجتماع کرنا اور با جماعت پڑھنا سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم، تعاملِ صحابہؓ، و تعاملِ تابعینؒ و تبع تابعینؒ سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگر ثابت نہیں تو کیا یہ بدعت ہے؟

۲ :- ہمارے ہاں رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ (بڑے قیمتی) اشتہارات کے ذریعے لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کیا جاتا ہے۔ پھر نماز تراویح کی ادائیگی اس طریقہ پر ہوتی ہے کہ بعض مساجد میں بارہ رکعات نمازِ تراویح اور ایک وتر پڑھا جاتا ہے۔ بعض میں آٹھ رکعات تراویح اور تین وتر یا ایک وتر۔ قاری صاحب تشریف لاتے ہیں دو رکعت پڑھا کر چلے جاتے ہیں۔ پھر دوسرے قاری صاحب دو رکعت پڑھاتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ اس طرح تیرہ رکعات بمعہ وتر پڑھنے والوں کی کارروائی سات اماموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ گیارہ رکعت بمعہ وتر اور نو رکعات بمعہ وتر پڑھنے والوں کی کارروائی پانچ اماموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہر دو رکعت یا چار رکعت پڑھ چکنے کے بعد وعظ و تقریر کا سلسلہ بھی خوب ہوتا ہے۔ جس کے لئے شہری خطباء کے علاوہ باہر سے خطباء کو مدعو کیا جاتا ہے۔ بعض مساجد کے خطیب صاحب وتر پڑھا چکنے کے بعد مسجد کی بتیاں بجھا کر بڑی گریہ وزاری کے ساتھ چیخیں مار مار کر روتے اور چلاّتے ہیں اور اللہ تعالےٰ سے بخشش کی دعائیں کرتے ہیں، نیز بعض مساجد میں حاضرین کے لئے سحری کا انتظام بھی کیا جاتا ہے اس طرح یہ مجلس صبح صادق کے قریب برخاست ہوتی ہے۔

کیا لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کرنے کا یہ طریقہ تعاملِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم و تعامل صحابہؓ و تعاملِ تابعین و تبع تابعین سے ثابت ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا یہ بدعت ہے؟

۳ - صحابہ کرامؓ کے زمانہ مبارکہ میں عورتیں نمازِ تراویح کے لیے خصوصاً آخری عشرے کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر کا ثواب حاصل کرنے کے لئے ساری رات مسجدوں میں گذارتی تھیں یا ان کا کہیں اور انتظام ہوتا تھا؟ (حافظ محمد اقبال ربانی سیالکوٹ)

جوابات از مولانا محمد عبید اللہ عفیف
صدر مدرس دار الحدیث چینیانوالی - لاہور

واضح ہو کہ حدیث صلوٰۃ تسبیح کی اسنادی حیثیت ہی میں سخت اختلاف ہے۔ نہ صرف اس کی صحت و ضعف میں بلکہ بعض ائمہ نے اس حدیث کو موضوع تک کہہ دیا ہے۔ الشیخ عبید اللہ رحمانی دامت برکاتہٗ رقمطراز ہیں (ترجمہ) امام عقیلیؒ، ابوبکر ابن العربیؒ، نوویؒ، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ، ابن الہادیؒ، مزیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ اور امام ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا راوی موسیٰ بن عبد العزیز مجہول ہے جب کہ ابوبکر آجریؒ، ابو محمد عبد الرحیم مصریؒ، حافظ ابو الحسن مقدسیؒ، ابوداؤدؒ، امام مسلمؒ، حافظ صلاح الدینؒ علائیؒ، خطیبؒ بغدادی

ابن صلاحؒ سبکیؒ ۔ سراج الدینؒ بلقینی ۔ حافظ ابن مندہؒ ۔ منذریؒ ۔ ابو موسیٰؒ مدینی، زرکشی نوویؒ (تہذیب الاسماء والصفات میں) ابو سعید سمعانی رہ ۔ حافظ ابن حجرؒ (خصائل المکفرہ میں) ابو منصور بیہقیؒ اور امام دارقطنی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح جلد ۲ صفحہ ۲۵۳ و تحفۃ الاحوذی جلد ا صفحہ ۳۵۰)

معلوم ہوا کہ اس حدیث کی اسنادی حیثیت سخت مخدوش ہے۔ تاہم ہمارے نزدیک تعدد طرق کی وجہ سے یہ حدیث قابلِ عمل ہے۔ اور نماز تسبیح پڑھ لینا گناہوں کی مغفرت اور بلندیٔ درجات وحسنات کا ایک اچھا ذریعہ ہے لیکن اس کا اہتمام کرنا اور لوگوں کو اکٹھا کر کے مسجد میں باجماعت نماز تسبیح پڑھنا کم از کم شائبہ بدعت سے خالی نہیں، اس لیے کہ یہ ضروری نہیں کہ کوئی چیز اصل ہی میں بُری ہو تو بدعت ہوگی بلکہ وہ عبادات اور طاعات بھی جن کو شریعت نے مطلق چھوڑا ہے ان کو اپنی طرف سے مقید کرنا یا ان کی منقول کیفیت کو تبدیل کرنا یا اپنی طرف سے ان کو خاص اوقات کے ساتھ متعین کر دینا وغیرہ شرعًا بدعت ہی ہوگی اور شریعت اسلامی اس کو برداشت نہیں کرے گی۔

نماز تسبیح چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضہ اور تابعینؒ عظام سے باجماعت پڑھنا ثابت نہیں نہ مسجد میں نہ گھروں میں نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں، لہٰذا اس کو باجماعت پڑھنا لوگوں کو حیلہ بہانوں سے اکٹھا کرنا اور اس کا اہتمام کرنا بدعت کے شائبہ سے خالی نہیں۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس نماز کو انفرادی طور پر پڑھا جائے۔ نیز بہتر یہ ہے کہ نماز تسبیح دن کے وقت زوال کے بعد پڑھی جائے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضہ کو زوال کے بعد پڑھنے کا حکم دیا تھا (عون المعبود جلد ا صفحہ ۵ و تحفۃ الاحوذی جلد ا صفحہ ۳۵۱)

● رمضان المبارک کی طاق راتوں میں قیام اور توبہ و استغفار بلاشبہ مغفرت اور بلندیٔ درجات اور اضافۂ حسنات کا موجب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان راتوں میں نہ صرف پہلے سے زیادہ مستعد ہو کر عبادت کیا کرتے تھے بلکہ اپنی ازواج مطہرات کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔" شد مئیزرہ و ایقظ اہلہٗ اسی مستعدی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے مگر اعلان اور اشتہار بازی وغیرہ کے ساتھ لوگوں کو مسجد میں اکٹھا کرنے کا اہتمام قطعًا ثابت نہیں، مشاہدہ یہی ہے کہ مساجد میں مرد وزن اور بچوں بالوں کے اختلاط میں عبادت کی رُوح اور اس کے آثار و ثمرات بالکل حاصل نہیں ہوتے اور سوائے جگراتے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا لہٰذا سلامتی کی راہ صرف یہ ہے کہ ان راتوں کی برکات سمیٹنے کے لئے اشتہار بازی اور کھانے کے لالچ کے بغیر پوری سادگی اور علیحدگی میں عبادت کی جائے نوافل پڑھے جائیں۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ کا وظیفہ کثرت کے ساتھ پڑھا جائے تاہم قرآن کی تلاوت کرنا سب سے افضل عمل ہے۔

بہر حال مروّجہ تکلّفات اور اہتمام سے احتراز ہی اچھا ہے۔ ورنہ یہ اہتمام اور تکلّفات شدہ شدہ سنّت کا روپ دھار لیں گے اور یوں ہم تحریفِ دین کے مرتکب ہو کر اپنی عاقبت برباد کر لیں گے۔ اگر یہ اہتمامات اور تکلّفات شرعًا مستحسن ہوتے تو ہمارے گرامی قدر اسلاف ان سے قطعًا غافل نہ ہوتے۔

● مواعظ اور تقاریر بلاشبہ تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہیں مگر رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ان کا اہتمام والتزام ہمارے قابلِ فخر اور واجب الاحترام سلف صالحین سے نہ صرف ثابت اور متوارث نہیں بلکہ انہوں نے اس پر نکیر فرمائی ہے۔ چنانچہ امام ابو بکر محمد بن ولید المالکی الطرطوشی متوفی ۵۲۰ھ یا ۵۲۵ھ کتاب الحوادث البدع صفحہ ۵۸ - ۵۹ میں لکھتے ہیں۔

ترجمہ: یعنی کہ ختم قرآن کے موقعہ پر خطبہ پڑھنا بدعت ہے امام مالکؒ کہتے ہیں کہ رمضان میں تراویح کے علاوہ خطبوں اور اجتماعی دعاؤں کا کوئی اہتمام ثابت نہیں اور نہ اہل مدینہ کے ہاں ان کا کوئی رواج ملتا ہے۔ مزید لکھتے ہیں۔

ترجمہ: یعنی کہ ختم قرآن کے موقعہ پر منبروں کو استعمال کرنا،

قصے بیان کرنا اور اجتماعی طور پر دعاء مانگنا وغیرہ منقول نہیں ہے بلکہ سلف نے ان بدعات سے روک دیا ہے (کتاب الحوادث والبدع صفحہ ۵۹)

عبدالرحمن بن اسمٰعیل ابوشامہ شافعی متوفی ۶۶۵ھ لکھتے ہیں کہ امام طرطوشیؒ نے ختم قرآن کے موقعہ پر منبروں پر بیٹھ کر وعظ و تقریر اور اجتماعی دعاء کو بدعت لکھا ہے۔ (الباعث علی انکار البدع والحوادث صفحہ ۳۵ والمدخل لابن الحاج جلد ۲ ص ۳۰۵، ۳۰۶)

امام ابن الحاجؒ لکھتے ہیں:۔

ترجمہ: شرعی خطبات مشہور و معروف ہیں۔ مگر ان میں رمضان وغیرہ میں ختم قرآن پر خطبہ (وعظ و تقریر) سلف سے مذکور نہیں اور جب یہ خطبہ سلف سے مذکور نہیں تو لامحالہ بدعت ہے۔ خواہ کوئی شخص خطیب ہو خاص کر جب اس خطبہ کا اہتمام کسی جامع مسجد یا کسی نیک آدمی کی مسجد میں کیا جائے تو اس کا نقصان اور بھی زیادہ ہوگا (یعنی پھر عوام اس نیک شخصیت کی وجہ سے اس بدعت کو سنت سمجھنے لگ جائیں گے (المدخل جلد ۲ ص ۳۰۳)

امام مالکؒ، امام طرطوشیؒ، امام ابوشامہ اور امام ابن الحاج کی تصریحات سے معلوم ہوا کہ تراویح میں یا پھر رمضان میں ختم قرآن پر وعظ و تقریر کا اہتمام بدعت ہے لہٰذا اس سے گریز بہتر ہے۔

● وتروں کے بعد یا ختم قرآن کے موقعہ پر بتیاں بجھا کر گریہ وزاری کرنا اور چیخیں مار مار کر اجتماعی طور پر دعاء مانگنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعینؒ سے ہرگز ثابت نہیں بلکہ ائمہ سلف نے اس قسم کی دعا سے سختی کے ساتھ منع کیا اور اس کو بدعت لکھا ہے۔ جیسا کہ امام مالکؒ، امام طرطوشیؒ، امام ابوشامہؒ اور علامہ ابن الحاج کے حوالے سے اوپر لکھا گیا ہے۔

مزید یہ کہ امام مالکؒ سے ایسے آدمی کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا جو قرآن مجید کے ختم پر (اجتماعی) دعاء مانگتا ہے تو امام مالک نے فرمایا کہ میں نے نہیں سنا کہ ختم قرآن پر اجتماعی دعاء مانگی جاتی ہے اور نہ اس پر اہل علم کا عمل ثابت ہے" (کتاب الحوادث والبدع صفحہ ۵۹ والمدخل جلد ۲ صفحہ ۳۰۶)

ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ کھڑا ہو کر ہاتھ اونچے اٹھا کر بلند آواز کے ساتھ دعاء کر رہا تھا۔ تو کہا کہ تم یہودیوں کی طرح بلند آواز کے ساتھ اور معمول سے زیادہ اونچے ہاتھ اٹھا کر دعاء نہ مانگو۔ (المدخل جلد ۲ صفحہ ۳۰۶)

امام ابن الحاجؒ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر آدمی ایسی بدعات کو روکنے پر قادر نہ ہو تو اس کو اپنے گھر میں نماز پڑھ لینی چاہیے اور مسجد میں جانا چھوڑ دے۔

خلاصہ کلام یہ کہ ختم قرآن پر بتیاں بجھا کر چیخ و پکار اور بلند آواز سے دعاء مانگنی بدعت ہے اس سے اجتناب لازم ہے۔

۲۔ مولانا محمدؒ صدیق صاحب سرگودھا

۱۔ نماز تسبیح کا باجماعت ادا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں اور نہ ہی صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ کے دور میں نماز تسبیح باجماعت ادا کرنے کا ثبوت ملتا ہے اس لیے مساجد میں باجماعت ادا کرنے کا اہتمام کرنا اور پڑھنا بدعت ہے۔

۲۔ آخری دعا کہ میں عبادت کا یہ طریقہ ریاکاری پر مبنی ہے۔ نیز اس میں شبینہ کی صورت پائی جاتی ہے جو بدعت ہے۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امر دین میں اپنی طرف سے اضافہ کرتا ہے وہ مردود ہے۔

۳۔ مردوں کے ہمراہ عورتوں کا باجماعت نماز تراویح پڑھنا ثابت نہیں۔ نہ زمانہ رسالت میں اور نہ زمانہ خیر القرون میں۔ بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی نماز تراویح کا اہتمام مردوں سے الگ ہی ہوتا تھا جیسا کہ مسند احمد میں ابی بن کعبؓ سے اور زرقانی نے شرح مؤطا میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اگر ان احادیث کو پیش نظر رکھا جائے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مسجدوں میں آکر نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے۔ ان احادیث کے عموم کے تحت اگر عورتیں مسجدوں

میں اگر نمازِ تراویح باجماعت ادا کرلیں تو جائز ہے جب کہ اس میں ریا اور شہرت کو دخل نہ ہو اور نہ ہی کسی فتنہ کا خطرہ ہو۔ پھر بھی بہتر یہی ہے کہ عورتیں نمازِ تراویح اپنے گھر میں ادا کریں۔ احتیاط اسی میں ہے۔

ب۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ اور تمیم داری کو نماز تراویح پڑھانے کے لیے مقرر کیا تھا۔ زرقانی شرح موطا میں ہے کہ حضرت ابی بن کعبؓ مردوں کو، اور تمیم داری عورتوں کو نمازِ تراویح پڑھاتے تھے۔ یہ قطعاً صورت نہ تھی کہ ہر دو قاری نماز تراویح کی رکعات کو تقسیم کرکے پڑھاتے ہوں جیسا کہ آج کل مروجہ صورت ہے کہ پانچ یا کم وبیش قاری مل کر تعدادِ تراویح کو تقسیم کرکے پڑھاتے ہیں عبادت کو اس قسم کے رواج سے مُبرّا رکھنا چاہیئے۔

تصدیق کنندہ: الجواب صحیح والمجیب نجیح

العبد ابوالحسن عبداللہ بڈھیمالوی عفا اللہ عنہ

۳- مولانا ابوالبرکات احمد صدر مدرس جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

۱۔ رمضان کے قیام یا تہجد میں جماعت کا ثبوت نبی صلے اللہ علیہ وسلّم سے اور صحابہ کرامؓ سے ملتا ہے۔ صحاح کی کتابوں بخاری و مسلم وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد پڑھنے لگے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب جا کھڑے ہوئے تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پیچھے سے کھینچ کر دائیں جانب کھڑا کرکے اپنے ساتھ جماعت میں شامل کیا۔ اسی طرح قیام رمضان نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت کرایا۔ پھر ایک خاص عذر کی وجہ سے جماعت ختم کرکے یہ حکم فرمایا کہ نوافل گھر میں پڑھا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس عذر کے ختم ہونے کی وجہ سے دوبارہ جماعت کا سلسلہ جاری کر دیا۔

قصہ مختصر اس قسم کے چند نوافل کی جماعت احادیث سے ثابت ہے کہ اس قسم کے نوافل کے لیے اذان دینا یا اعلان کرکے لوگوں کو اکٹھا کرنا قطعاً ثابت نہیں ہے۔ اب رہ گئی نماز تسبیح اس کی حقیقت یہ ہے کہ صحیح احادیث سے وہ ثابت ہی نہیں ہے۔ اکثر علماء نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ یعنی یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ ہاں ایک دو محدث جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ اگرچہ اس کی سندیں ضعیف ہیں پھر سندیں مختلف موجود ہیں لہٰذا حسن کے درجہ میں آگئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ یہ قابل عمل ہے۔ مقصد یہ ہوا کہ اس پر عمل کی گنجائش ہے۔ لیکن اس کے لیے ڈھنڈورہ، اعلان یا گلی میں پھر کر اکٹھا کرنا وغیرہ یقیناً بدعت ہے۔ خیر القرون میں اس کا قطعاً ثبوت نہیں ہے اور نہ یہ سبیل المؤمنین ہے بلکہ یہ صرف ایک قسم کی نمائش ہے۔ ہاں ایک اتفاق کی صورت میں جماعت ہو سکتی ہے مثلاً کچھ لوگ معتکف ہیں یا یوں ہی مسجد میں بیٹھے ہیں۔

ایک شخص نے تسبیح کی نماز شروع کردی۔ دیکھا دیکھی ایک اور آدمی بھی ان کے ساتھ ہوگئے۔ اس طرح جماعت کی صورت بن گئی۔ یہ صورت درست اور جائز ہے۔ اس کی نظیر حضرت ابن عباسؓ اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا واقعہ ہے اور رمضان میں تین رات تراویح کی جماعت ہوئی تھی۔

اس کی صورت بھی یہی دیکھا دیکھی کی ہے ورنہ اس کے لیے کوئی اعلان نہیں ہوا اور نہ اذان دی گئی۔ نوافل کی جماعت کا جواز اور بات ہے اور اس کے لئے اذان دینا یا اس کے لیے سپیکر میں اعلان کرنا یا عورت کا گلی میں پھر کر عورتوں کو ایک گھر میں اکٹھا کرنا یہ دوسری صورتیں ہیں۔ یہ بدعات ہیں جن کا ثبوت خیر القرون سے نہیں ملتا۔

جواب ۲-۳ جہاں تک آخری طاق میں رات بھر عبادت کرنے کا معاملہ ہے یہ یقیناً سنت ہے اس کے لیے بھی بہتر طریقہ یہ ہے کہ تراویح کے بعد گھر چلے جائیں اور گھر والوں کو جگائے رکھیں، آپ بھی تلاوتِ قرآن، ذکر اذکار اور وظائف میں مشغول رہیں اور بیوی بچوں کو بھی اس کام میں لگائیں۔ اگر مسجد میں رہ کر عبادت کرنا چاہیں تو اس کی بھی گنجائش ہے لیکن عبادات

سادہ طریقے سے ہوں۔ شور شرابہ یا سپیکر بلند رکھ کر سونے والوں کو ستانا یا تکلیف دینا یا گھر میں عبادت کرنے والوں کو تکلیف دینا یا خلل ڈالنا سب ناجائز ہے۔

دیکھا یہ گیا ہے کہ آٹھ دس آدمی مسجد میں ہوتے ہیں اور زوردار سپیکر لگا کر سارے شہر میں ہنگامہ برپا کیا ہوتا ہے۔ یا گھر میں دو تین یا چند عورتیں ہوتی ہیں۔ ایک قاری صاحب کو سپیکر کے ساتھ کھڑا کر کے سارے شہر میں ہنگامہ برپا کرتے ہیں۔ یہ سب نام و نمود اور ریاکاری و شہرت کی باتیں ہیں ورنہ نفلی عبادت پرائیویٹ اور پوشیدہ ادا کرنے کا حکم ہے اگر سننے والے افراد زیادہ ہوں تو اندر ہی اندر ڈبہ لگاؤ۔ تاکہ اندر سب کو سنائی دے اور بس۔

جہاں تک مرد سمجھدار بچے وغیرہ جمع ہونے کا معاملہ ہے۔ یہ سب درست ہے کام سادہ ہو۔ نمائش نہ ہو۔ عورتوں کے لئے وہ ہی درست ہے کہ ان کے لیے علیحدہ انتظام کیا جائے۔ اگر صحیح پردے کا انتظام ہو وہ بھی عشاء کی نماز کے ساتھ اگر تراویح بھی مسجد میں پڑھیں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ بھی عشاء کی ملحق نماز ہے۔

قیام اللیل از امام مروزی میں روایت عروہ موجود ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے دو قاری مقرر کئے تھے۔ حضرت ابی بن کعب رضؓ مردوں کے لیے اور ابن ابی حثمہ رضؓ عورتوں کے لئے، نیز تمیم داری رضؓ عورتوں کے لئے۔ حضرت علی رضؓ کے زمانہ میں عرفجہ ثقفی عورتوں کے امام تھے اور عورتوں کے لئے مرد امام ہونے کے واقعات کتب احادیث میں بہت موجود ہیں۔

اگر قاریوں کو شوق دلانے کے لیے مختلف رکعتوں میں مختلف قاریوں کو کھڑا کر دیں تو اس طرح پڑھنے کی بات بھی سبیل المؤمنین میں شامل نہیں ہے۔

تصدیق:۔ شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی مدظلہ العالی آف گوجرانوالہ۔

۴۔ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف حفظہ اللہ تعالیٰ

واضح ہو کہ رمضان المبارک کے آخری عشرے میں پانچ طاق راتیں آتی ہیں۔ ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ شب، ان پانچ راتوں میں سے کسی میں شب قدر کا احتمال غالب ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا ہے کہ مسلمان اس کی تلاش و جستجو کے شوق میں پانچوں راتوں میں خصوصاً اللہ تعالیٰ کی عبادت میں منہمک ہوں۔ نوافل پڑھیں، تلاوت کریں۔ استغفار اور ذکر الٰہی میں مصروف رہیں۔ چنانچہ حضرات صحابہ کرام رضؓ و تابعین عظام کے دور خیر القرون میں ان پانچوں راتوں میں مسلمان کثرت سے عبادت و ذکر الٰہی کا اہتمام کرتے تھے کہ شاید وہ اس شب قدر سے حظ پا سکیں۔ جس کی عبادت ہزار مہینوں (۸۳ سال سے زائد مدت سے) افضل ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (القدر) یہ عبادت و ذکر اور شب بیداری کا اہتمام انفرادی طور پر ہوتا تھا۔ یعنی فرداً فرداً ہر شخص اپنے طور پر قیام اور تلاوت قرآن کرتا۔ مگر شب بیداری کی مروّجہ اجتماعی صورتیں خیر القرون میں نہیں تھیں۔ یعنی ان طاق راتوں میں وعظ و تقریر کا اہتمام، شبینوں میں عللو صلوٰۃ تسبیح باجماعت پڑھنے کا رواج جس طرح کہ پنجاب کے بعض علاقوں میں ہوتا ہے بالخصوص اس رات کو وعظ کا ضرور اہتمام کیا جاتا ہے۔ جس رات تراویح میں قرآن مجید ختم ہوتا ہے افسوس! ہم اہلحدیثوں میں بھی ختم قرآن کے ساتھ ساتھ وعظ کے ذریعے شب بیداری کا رواج بڑھتا جا رہا ہے۔ حالانکہ حضرات صحابہ کرام رضؓ و تابعین عظامؒ کے دور میں ایسی چیزوں کا وجود نہیں تھا۔

چنانچہ چھٹی صدی ہجری کے مالکی امام ابوبکر محمد بن الولید طرطوشی (متوفی ۵۲۰ھ) لکھتے ہیں۔ لم یروو فی شئ من ذلك مما احدثه الناس من هذه البدع من نصب المنابر عند ختم القرآن والقصص والدعاء بل قد حفظ النهي عن ذلك (کتاب الحوادث والبدع ص۵۲) یعنی "محدثین نے (صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث میں) ایسی کوئی روایت بیان نہیں کی کہ رمضان میں ختم قرآن کے موقع پر وعظ کئے جائیں اور اس کے بعد بلند آواز سے لمبی لمبی دعائیں کی جائیں۔ بلکہ ائمہ سلف سے تو ان چیزوں کی ممانعت منقول ہے پھر امام مالکؒ کے

متعلق یہ لکھ کر کہ انہوں نے ان چیزوں کو ناپسند کیا اور اس سے روکا ہے۔ لکھتے ہیں۔ ان الامر المعمول بہ فی المدینۃ انما ھو الصلوٰۃ من غیر قصص ولا دعاء۔ یعنی کہ مدینہ میں بغیر وعظ اور مروجہ دعاؤں کے صرف نماز کا معمول تھا۔ امام مالکؒ کا یہ فتویٰ المدونۃ الکبریٰ جلد ا ص۱۹۴ طبع مصر ۱۳۱۲ھ میں موجود ہے ان کے شاگرد امام ابن القاسم لکھتے ہیں۔ سمعت مالکا یقول الامر فی رمضان الصلوٰۃ ولیس بالقصص بالدعاء۔ لکن الصلوٰۃ انتھٰی۔

آگے چل کر وہ سوال و جواب کی صورت میں لکھتے ہیں۔ فان قیل فھل یأثم فاعل ذلک۔ یعنی اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا ایسا کرنے والا گنہ گار رہوگا؟ فالجواب ان یقال اما کان ذٰلک علی وجہ السلامۃ من اللغط ولم یکن الا الرجال او الرجال والنساء منفردین بعضھم یستمعون الذکر ولم ینتھک فیہ شعائر الرحمٰن فھذہ البدعۃ التی کرھھا مالک ص۶۸۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسی مجلسیں شور و شغب اور مرد و زن کے بے پردہ اجتماع سے پاک ہوں، اور شعائر اللہ کی بے حرمتی بھی ان میں نہ ہو۔ چھٹی صدی یعنی آج سے آٹھ سو سال قبل (اندلس کے) قیروان شہر میں ایسا ہوتا تھا تو اس وقت محقق علماء نے اس فعل پر نکیر کی اور اسے بدعت قرار دیا۔

چنانچہ شیخ ابو شامہ شافعیؒ متوفی ۶۶۵ھ امام طرطوشی کی نکیر اہل قیروان کے متعلق نقل کرتے ہیں۔ وقد انکر الامام الطرطوشی علی اھل القیروان اجتماعھم لیلۃ الختم فی صلوٰۃ التراویح فی شھر رمضان ونصب المنابر وبین انہ بدعۃ ومنکر وان مالکا کرھہ (الباعث علی انکار البدع والحوادث ص۲۵ طبع مصر)

یعنی "امام طرطوشی نے اہل قیروان کی اس بات پر سخت نکیر کی کہ وہ ماہ رمضان میں تراویح میں ختم قرآن والی رات میں وعظ و تقریر کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اسے انہوں نے بدعت قرار دیا، اور حضرت امام مالکؒ بھی اسے ناپسند فرماتے ہیں"۔

بہرحال شب بیداری کے مروجہ طریقے حضرات صحابہ کرام و تابعین عظامؒ اور تبع تابعین کے دور میں نہیں تھے۔ لہٰذا ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ اہل حدیث مساجد میں خصوصاً اس رواج کو بند ہونا چاہیے کہ اس سے بدعات کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ البتہ انفرادی طور پر ان راتوں میں تلاوتِ قرآن (نفلوں میں یا ویسے) کا اہتمام کیا جائے اور شب قدر کی فضیلت و سعادت حاصل کرنے کی پوری سعی کی جائے۔

۵ ۔ حافظ صلاح الدین یوسف ۔ لاہور

● نماز تسبیح ایک نفلی نماز ہے جس کا با جماعت پڑھنے کا ثبوت سلف سے نہیں ملتا۔ اس لئے با جماعت پڑھنے سے اجتناب کیا جائے ورنہ خدشہ ہے کہ یہ عمل بدعت کے ذیل میں آجائے جس کے بجائے اجر و ثواب کے گناہ ہو۔

● مروجہ شبینوں کی جو تفصیلات بیان کی گئیں یہ سب سلف صالحین کے معمولات کے خلاف ہیں ان تمام امور سے اجتناب ضروری ہے۔ بتیاں بجھا بجھا کر لمبی لمبی دعائیں مانگنے کو بھی سلف نے ناپسند فرمایا ہے۔ اور قدر کی راتوں میں وعظ و تقریر کا بھی کوئی ثبوت عہد خیر القرون میں نہیں ملتا لہٰذا یہ تمام معمولات از قبیل محدثات ہی قرار پاتے ہیں جن سے عاملین بالحدیث کو بالخصوص بچنا چاہیے۔

● تراویح دراصل تہجد ہی کی نماز ہے جسے رمضان میں عشاء کی نماز کے ساتھ ہی پڑھ لیا جاتا ہے اور تہجد کی نماز کی بابت صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زبانی یہ صراحت موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں گیارہ رکعت ہی ادا کیا کرتے تھے۔ پس اس لئے رمضان میں تراویح کے ساتھ ایک وتر پڑھنا صحیح نہیں۔ یہ معمولِ نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف ہے۔ آٹھ رکعت تراویح کے ساتھ تین وتر ہی پڑھنے چاہیئں۔

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب)

معارف القرآن (۲)

ترجمہ: مولانا عبدالغفار حسن فیصل آباد
رکن اسلامی نظریاتی کونسل، پاکستان

افاداتِ امام ابن القیمؒ

سرّی دعاء کے فوائد

حسنؒ کہتے ہیں کہ سرّی دعاء، اور جہری دعاء کے درمیان ستر گنا فرق ہے۔ اسی بناء پر مسلمان عام طور پر اس خاموشی سے دعاء کیا کرتے تھے کہ سوائے خدا کے کسی کو علم تک نہ ہوتا تھا حضرت زکریاؑ کی سرّی دعاء کو اللہ تعالےٰ نے مقامِ مدح میں ذکر فرمایا ہے۔ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا جب کہ پکارا اس نے اپنے رب کو پوشیدہ پکارنا" سرّی (پوشیدہ آہستہ) دعاء میں چند فوائد ہیں:۔

(۱) دعاء کا یہ طریقہ ایمان اور یقین کی پختگی کو بتلاتا ہے کیونکہ داعی یہ ایمان رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ پوشیدہ دعاء کو بھی سنتا

(۲) ادب و تعظیم کے زیادہ مناسب ہے۔ دنیا میں بادشاہوں اور حاکموں سے گفتگو کرتے ہوئے ضرورت سے زیادہ بلند آواز کرنا گستاخی اور خلافِ ادب قرار دیا جاتا ہے۔ تو پھر وہ خدا جو ہلکی سے ہلکی آواز سن لیتا ہے اس کے حضور میں تو سرّی دعاء اور زیادہ مناسب ہوگی۔

(۳) یہ صورت خشوع و خضوع، عاجزی اور گریہ زاری کے زیادہ مناسب ہے۔ یہی ادا دعاء کی روح اور مغز ہے۔ ایسے موقع پر داعی کا حال اس مسکین عاجز کا سا ہوتا ہے جس کا دل ٹوٹ چکا ہے۔ اعضاء ڈھیلے پڑ چکے ہیں۔ آواز پست ہو گئی ہے یہاں تک کہ عاجزی اس حد کو پہنچ چکی ہے کہ زبان کو گویائی کی طاقت نہیں ہے۔ اب حال یہ ہے کہ دل آہ و زاری کے ساتھ طالب و داعی ہے۔ اور زبان اپنی انتہائی مسکینی، محتاجی اور عاجزی کی بناء پر خاموش ہے۔ یہ رقت انگیز منظر آواز بلند کرنے کی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتا۔

(۴) اس صورت میں اخلاص پوری طرح حاصل ہوتا ہے۔

(۵) یکسوئی اور دلجمعی کے ساتھ بندہ اپنے خدا سے راز و نیاز کا موقعہ پاتا ہے۔ بلند آوازی سے یکسوئی اور جمعیتِ خاطر پراگندہ ہو جاتی ہے۔ جس قدر آواز پست ہوگی اسی قدر خدا کی طرف تعلق، لگاؤ اور توجہ زیادہ ہوگی۔

(۶) پست آواز میں ایک لطیف نکتہ یہ بھی ہے کہ بندہ خدا سے نہایت قریب معلوم ہوتا ہے گویا وہ اس طرح سرگوشی کر رہا ہے۔ جس طرح ایک قریبی دوست اپنے پاس والے دوست سے کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت زکریاؑ کی مدح فرمائی ہے۔ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا (مریم: ۳) بندہ جس قدر حضورِ قلب کے ساتھ خدا کو پکارے گا، اسی قدر اس کا قرب حاصل ہوگا۔ اور جب یہ تصور دل میں جم جائے گا کہ وہ ہر قریب سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ تو نہایت رازداری سے اپنی درخواست اس کے دربار میں پیش کرے گا اور جہر (بلند آوازی) کو ایسے موقعہ پر پسند نہ کرے گا، جیسا کہ قریبی ہم نشین اگر پست آواز سن لیتا ہے تو اس سے بلند آواز سے گفتگو کرنا معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اسی کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے جب کہ صحابہ نے ایک مرتبہ سفر میں بلند آواز سے تکبیریں کہنا شروع کر دیں تو آپؐ نے فرمایا۔ اِرْبَعُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ۔ اپنی جانوں سے نرمی برتو۔ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو۔ وہ سننے والا بہت ہی نزدیک ہے۔ جتنی تمہاری سواری کی گردن تم سے قریب ہے۔ اس سے کہیں زیادہ وہ تم سے قریب ہے۔ قرآن عزیز میں ہے۔ وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرہ - ۱۸۶)

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے دریافت کیا کہ ہمارا خدا قریب ہے کہ ہم اس سے سرگوشی کریں یا دور ہے کہ ہم اسے زور سے پکاریں۔ اس پر

یہ آیت نازل ہوئی۔ اس سوال و جواب سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ سرّی دعاء اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔

یہاں قریب سے ایک خاص قسم کی نزدیکی مراد ہے، عام قرب نہیں۔ اللہ تعالیٰ دعاء کرنے والے سے بھی قریب ہے اور عبادت کرنے والے سے بھی۔ اور سب سے نزدیکی بندہ کو سجدہ کی حالت میں حاصل ہوتی ہے۔ یہ قُربِ عبادت، قربِ انابت (توجہ) اور قربِ اجابت (قبولیت) سے بھی زیادہ خاص ہوتا ہے۔ یہ وہ قرب ہے جس کو متکلمین ثابت نہ کر سکے۔ عابد سے یہ رب کا خاص قسم کا قرب ہوتا ہے جیساکہ حدیث میں ہے من تقرّب منّی شبرا۔ جو مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں۔ جو مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ نزدیک ہو جاتا ہوں۔

اس روایت میں عابد سے قرب کو بیان کیا گیا ہے رسائل سے قرب کو اذا سألک عبادی اور ادعوا ربکم تضرّعا و خفیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

(۷) سرّی (خاموش) دعاء کی صورت میں سوال و طلب کا سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہ سکتا ہے۔ نہ زبان تھکتی ہے اور نہ اعضاء پر بوجھ پڑتا ہے (جہر اور بلند آوازی کی صورت میں زبان اور اعضاء جلد ساتھ چھوڑ دیتے ہیں) اس کی مثال اس طرح ہے جیسے کوئی شخص بلند آواز سے پڑھے اور چلا چلا کر الفاظ ادا کرے تو وہ جلد ہی تھک جاتا ہے۔ بخلاف آہستہ پڑھنے والے کے وہ اپنا عمل دیر تک جاری رکھ سکتا ہے۔

(۸) پست آواز کی صورت میں شیطانی وسواس، موانع اور رکاوٹوں سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ کیونکہ اس طرح پر شیاطین انس و جن اس کے طرزِ عمل سے بے علم رہیں گے اور اپنے فتنے پھیلانے کا موقعہ نہ پا سکیں گے۔ جن لوگوں کو اس بات کا تجربہ ہے وہ اس فائدے سے انکار نہیں کر سکتے۔

(۹) خدا کی سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ بندہ کو خدا کی طرف پوری یکسوئی اور کامل توجہ کا موقع حاصل ہو۔ اس سے بڑھ کر نعمت اور کیا ہو سکتی ہے۔ جب ہر نعمت خواہ چھوٹی ہو یا بڑی حاسد کی نگاہ سے نہیں بچ سکتی تو اس اعلیٰ النعمت پر حاسدوں کا پیدا ہو جانا کچھ مشکل نہیں۔ ایسی صورت میں حاسد کی شرربار نگاہ سے محفوظ رکھنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ نعمت کو پوشیدہ رکھا جائے۔ اس کا اظہار نہ کیا جائے۔

اسی بناء پر حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا تھا کہ: لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا (یوسف: ۵) "اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا ورنہ وہ کوئی چال چلیں گے" کتنے ہی ایسے صاف دل پارسا گذرے ہیں جو اپنی اس نعمت کو ظاہر کرکے اطمینانِ قلب کی دولت سے محروم ہو گئے۔ اسی لیے صالحین کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بناء پر جو حالات ان پر طاری ہوں انہیں پوشیدہ ہی رکھیں، خصوصًا مبتدی سالک پر تو ان ہدایات پر عمل کرنا نہایت ضروری ہے۔ ہاں جن لوگوں میں یہ ربانی کیفیت پوری طرح راسخ اور جم جائے اور ان کو تیز و تند ہواؤں سے اس پاکیزہ درخت کی مضبوط جڑوں کے اکھڑنے کا اندیشہ نہ رہے تو پھر عوام کی پیروی اور اتباع کے لئے اس حالت کے ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بہر حال جب دعاء (طلب، ثنا، محبت اور توجہ الی اللہ ......) جیسے عظیم الشان خزانوں پر مشتمل ہے تو حاسدوں کی نگاہوں سے بچانے کے لیے اس کو پوشیدہ طور پر ہی ادا کرنا زیادہ مناسب ہے۔

دعاء اور ذکر کا تعلق

(۱۰) دعاء کو ذکر بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں طلب و سوال کے ساتھ حمد و ثناء بھی ہوتی ہے ربانی اوصاف و اسماء کا بیان بھی ہوتا ہے جس طرح کہ ذکر کو دعاء کہا جاتا ہے۔ ضمنًا ...... ذکر بھی دعاء کو شامل ہوتا ہے۔ جیساکہ حدیث میں ہے۔ افضل الدعاء الحمد للہ "بہترین دعاء الحمد للہ ہے" حالانکہ الحمد للہ محض حمد ہے۔ بظاہر

سوال وطلب کی اس میں کوئی آمیزش معلوم نہیں ہوتی۔ لیکن اس کو دعاء اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ معنوی طور پر محبت اور ثناء کو شامل ہے اور محبت طلب محبوب کی اعلیٰ (بلند ترین) انواع میں سے ہے۔ پس حمد کرنے والا اپنے محبوب کا طالب ہوتا ہے۔ یہ ذاکر، طالب حاجت سائل سے اس بات کا کہیں زیادہ حقدار ہے کہ اس کو داعی کہا جائے۔ یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ذاکر ضمناً سائل ہی ہوتا ہے اگرچہ وہ صراحۃً سوال نہیں کرتا ہے بلکہ اصل بات ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے کہ نفسِ حمد سوال وطلب کو شامل ہے اور یہ طلب کوئی معمولی نہیں ہے بلکہ بڑے محبت کی طلب ہے۔ اس لئے حمد وثناء کو دعاء قرار دینا زیادہ مناسب ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ ذکر ودعاء دونوں آپس میں ایکدوسرے کو شامل ہیں (حسب ذیل آیت سے اس قول کی تائید ہوتی ہے)، فرمایا۔ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ (الاعراف ۲۰۵) "اپنے رب کو یاد کر دل میں گڑگڑا کر اور ڈر کر بغیر آواز بلند کئے"

اس آیت کے ساتھ زیرِ تفسیر آیت اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً پر بھی غور کرو۔ دونوں کے اندازِ بیان میں جو فرق ہے وہ بھی حکمت ولطافت سے خالی نہیں۔ دونوں آیتوں میں دعاء وذکر کے ساتھ تَضَرُّع گڑگڑانے کا حکم دیا ہے۔ یہ تضرع ذکر ودعاء کی اصل روح ہے۔ اس کے بغیر یہ دونوں جسدِ بے جان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دعاء کے ساتھ خفیہ (پوشیدہ) کی قید ان مصالح وفوائد کی بناء پر لگائی گئی ہے جو اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ ذکر کے حکم میں خیفتہ (ڈر) کو بیان کیا ہے کیونکہ ذکر بلا خوفِ الٰہی کچھ وزن نہیں رکھتا۔ ذکر محبتِ الٰہی کو بڑھاتا ہے۔ جو جس قدر اللہ کا ذکر کرے گا۔ اسی قدر باغ محبت میں بہار آئے گی لیکن محبت کے ساتھ خوف نہ ہو تو یہ جذبہ حُب کو فائدہ کے بجائے نقصان پہنچاتا ہے۔ ناز وانداز کا مادہ بڑھ جاتا ہے اور شریعت سے بے پرواہی ہو جاتی ہے اکثر فریب خوردہ جاہل اس جال میں پھنس کر احکام الٰہیہ سے اپنے آپ کو سبکدوش سمجھنے لگتے ہیں۔ شریعت کی پابندی سے آزادی حاصل کرنے کے لیے یہ بہانہ پیش کر دیتے ہیں کہ عبادات سے مقصد تو قلبی عبادت توجہ الی اللہ اور محبتِ الٰہیہ ہے۔ اس مقصود کے حاصل کرنے کے بعد وسائل وذرائع میں اُلجھے رہنا کونسی عقلمندی ہے!

یہ اعتقاد وعمل کا فساد صرف اس لئے پیدا ہوا ہے کہ محبت کی حلاوت کے ساتھ خوف کی چاشنی ملی ہوئی نہیں ہے۔ اسی لئے بعض سلف کا قول ہے کہ جس نے محض محبت کی بنا پر خدا کی عبادت کی وہ زندیق وملحد ہے اور جس نے صرف خوف کو مدِ نظر رکھا وہ حروری (خوارج کا ایک فرقہ) ہے اور جس نے امید ہی کو سہارا بنا لیا وہ مرجیہ (ایک فرقہ کا نام) ہے۔ اور جس نے محبت وخوف اور امید کے ساتھ خدا کی عبادت کی وہ مومن ہے یہ تینوں باتیں اس آیت میں یکجا بیان ہوئی ہیں۔ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ (بنی اسرائیل، ۵) "یہی لوگ ہیں جو خدا کو پکارتے ہیں اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہوئے کہ کون ان میں سے زیادہ اللہ کے قریب ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہوئے"

وسیلہ سے مراد وہ محبت ہے جو قربِ الٰہی پر ابھارتی ہو۔ اس کے بعد پھر امید وخوف کو بیان کیا گیا ہے۔ اللہ کے صالحین بندوں کا طریقہ یہی رہا ہے۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ صرف محبت کے ساتھ خدا کی عبادت کرنے والے بہت سے محرمات کو حلال کر بیٹھے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ محبت کو گناہ نقصان نہیں پہنچا سکتا اور اس بارے میں ایک من گھڑت روایت بھی پیش کر دیتے ہیں کہ جب خدا بندے کو چاہتا ہے تو اسے گناہ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ یہ روایت قطعاً اسلام کے منافی ہے۔ گناہ اسی طرح مضر ہے جس طرح انسان کے لئے زہر۔ یہ کلام کسی شیخ کا تو ہو سکتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس سے قطعاً بری ہے۔

کسی شیخ یا بزرگ کا قول ماننے کی صورت میں اس کے

یہ معنی ہوں گے کہ بندہ میں جب خدا کی محبت سما جاتی ہے تو پھر وہ گناہ پر اڑ نہیں سکتا بلکہ فوراً توبہ و آہ زاری کر کے معصیت کا داغ اپنے دل سے مٹا دیتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ بلا خوف ذکر و محبت سببِ ہلاکت ہیں۔ اور خوف کے ساتھ راہِ حق پر چلنا آسان ہو جاتا ہے۔ یوں سمجھنا چاہیئے کہ اس دنیا کے سفر میں خوف بمنزلہ کوڑے کے ہے اور اُمید حدی خواں کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سے سفر کی مشقتیں بآسانی برداشت ہو جاتی ہیں۔ محبت راہ نما کے درجہ میں ہے جو سواری کی نکیل تھامے ہوئے ہے۔ اگر سوار کے پاس سواری کے قابو رکھنے کے لئے کوڑا نہ ہو، تو سیدھی راہ سے ہٹنے اور پگڈنڈیوں پر پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس خوف کے کوڑے کے بغیر حدودِ الٰہیہ کی حفاظت ناممکن اور گمراہی یقینی ہے۔ خوف و رجا اور محبت سے جو دل بھی خالی ہوگا اس کی درستگی کی کبھی بھی اُمید نہیں کی جا سکتی اور جس قدر یہ صفات کمزور ہوں گی۔ اسی قدر ایمان میں ضعف آئے گا۔ ان آیات میں غور کرنے سے قرآنی انداز بیان کی عجیب لطافت و حکمت معلوم ہوتی ہے۔ خوف اور ذکر کو یک جا بیان کیا ہے۔ ساتھ ہی فی نفسك کہہ کر سری ذکر کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے اسی طرح دعاء کے ساتھ خفیۃ لایا گیا ہے لیکن متصلاً وادعوہ خوفاً وطمعاً پکار کر اس کو اُمید و خوف کے ساتھ فرما دیا ہے۔

غرضیکہ دونوں آیتیں خفیۃ، خوف اور تضرع تینوں صفات کو کامل طور پر شامل ہیں۔ دعاء کے موقع پر طمع و اُمید کو بیان کرنا حکمت سے خالی نہیں۔ دعا میں جب تک اُمید اور لالچ کی آمیزش نہ ہو دل میں مطلوب کے لئے تڑپ اور لگن پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ ذکر کے ساتھ خوف ہونا ضروری ہے کیونکہ خالق ڈرنے والا ہی اس کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ (باقی)

مساجد و مدارس سے تعاون کی اپیل

۱۔ زیر تعمیر مسجد محمدی اہل حدیث اور مدرسہ احسن الحدیث رتہ کھنہ روڈ دیپالپور ضلع اوکاڑہ آپ کی توجہ کا مستحق ہے۔ اس چشمہ فیض کو جاری رکھنے میں تعاون فرما کر ثواب دارین حاصل کریں (عبدالحفیظ لکھوی ناظم مدرسہ احسن الحدیث دیپالپور)

۲۔ ہمارا دارالحدیث ۳۵ سال سے جاری ہے اب ضرورت کے مطابق بفضلہ تعالےٰ ریاض الحدیث للبنات کے لئے مدرسے کا الگ پلاٹ حاصل کر لیا گیا ہے۔ چار دیواری پانی۔ بجلی طالبات کے لیے رہائش گاہیں اور درس گاہیں تعمیر ہونے کے بعد مقامی بچیوں کے علاوہ اقامتی لڑکیوں کو داخلہ دیا جائے گا۔ مخیر حضرت خصوصی تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (ناظم دارالحدیث رجسٹرڈ راجووال ضلع اوکاڑہ)

۳۔ ناظم مدرسہ دارالسلام السلفیہ کھڈیاں خاص مولانا عبدالخالق صاحب نے مشکل ترین حالات میں مدرسہ کو جاری رکھا ہوا ہے۔ شعبہ حفظ میں خاصی رونق ہے۔ مقامی بچے جو ناظرہ پڑھتے ہیں ستر سے کچھ اُوپر ہیں اور جن بچوں کے خورد و نوش کا انتظام مدرسہ کے ذمہ ہے وہ چالیس کے قریب ہیں۔ اس لیے ان سے تعاون اہل اسلام پر فرض ہے۔ (مولانا حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی)

مولانا عبدالرحمن عاجز مالیر کوٹلوی

روزے کا مقصد اور اُس کے فوائد

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ : ۱۸۳) "اے ایمان والو تم پر بھی روزے فرض کئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم متقی (پرہیزگار) بن جاؤ"

صوم کے لغوی معنی

وہ رُوح کا ہو یا کہ مرض ہو وہ جسد کا۔
ہر ایک مرض کے لیے اکسیر ہے روزہ (عاجز)

صوم اور صیام مصدر ہیں۔ صوم کے لغوی معنی کسی چیز سے رُک جانے اور اسے ترک کرنے کے ہیں۔ صَامَ الْفَرَسُ صَوْمًا گھوڑے نے چارہ نہیں کھایا۔" نابغہ کا شعر ہے ؎

خیل صیام و خیل غیر صائمۃ
تحت العجاج و اخری تعلك اللجما

"بہت سے بھوکے اور بہت سے سیر شکم گھوڑے میدانِ جنگ کے غبار میں کھڑے تھے۔ اور دیگر بہت سے اپنے لگام چبا رہے تھے۔

مولانا فراہیؒ لفظِ صوم کی تحقیق کے سلسلے میں اپنی کتاب اُصول الشرائع میں رقمطراز ہیں۔ اہلِ عرب اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو بھوک اور پیاس کا عادی بنانے کے لئے باقاعدہ ان کی تربیت کرتے تھے تاکہ مشکل اوقات میں وہ زیادہ سے زیادہ سختی برداشت کر سکیں۔ اسی طرح وہ اپنے گھوڑوں کو تند ہوا کے مقابلے کی بھی تربیت دیتے تھے ——— یہ چیز سفر اور جنگ کے دوران جب کہ ہوا کے تھپیڑوں سے سابقہ پڑے۔ بڑی کام آنے والی ہے۔

جریر نے اپنے ایک شعر میں ان دونوں باتوں کا حوالہ دیا ہے وہ کہتے ہیں ؎

ظللنا بمستن الحرور کأننا
لدی فرس مستقبل الریح صائم

"ہم لو کے تھپیڑوں کی جگہ جمے رہے۔ گویا ہم ایک ایسے گھوڑے کے ساتھ کھڑے تھے جو بادِ تند کا مقابلہ کر رہا تھا اور روزہ رکھے ہوئے تھا"

اس شعر میں اُس نے اپنے اور اپنے ساتھیوں کے حال کی تشبیہ ایک ایسے شخص سے دی ہے جو اپنے گھوڑے کے ساتھ کھڑا ہو اور اُسے بھوک اور بادِ تند کے مقابلے کی تربیت دے رہا ہو۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ اہلِ عرب تشبیہ کے لئے انہی چیزوں کو استعمال کرتے ہیں جو ان کے عام تجربے میں آئی ہوں ——— ان کو نادر چیزوں کی تلاش زیادہ نہیں ہوتی۔ الغرض گھوڑوں کے صوم کے بارے میں شعراء عرب نے کثرت سے اشعار کہے ہیں۔

اصطلاحِ شریعت میں صوم کے معنی

اصطلاحِ شریعت میں صوم کے معنی ہیں امساك عن الطعام و الشراب من الصبح الصادق الی غروب الشمس یعنی "صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے سے رُک جانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور قرآنِ پاک کی تعلیمات کے مطابق اس سے مراد نہ صرف کھانے پینے بلکہ ازدواجی زندگی سے رُک جانا۔ زبان سے جھوٹ، بہتان، گالی، غیبت، چغلی، یاوہ گوئی سے رُک جانا۔ ہاتھوں سے کوئی غیر شرعی کام نہ کرنا کسی ممنوع چیز کو چھونا تک نہیں۔ کسی بھی ذی روح کو ایذا دینے سے رک جانا۔ ہر ممنوع راستے پر قدم اٹھانے سے رُک جانا۔ کانوں سے گانا بجانا۔ غیبت چغلی رفث اور لغو باتیں سننے سے رُک جانا۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ (المائدہ ۷۲)

"جس نے بھی اللہ کے ساتھ شریک کیا اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کردی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے"

شرک کی آلائش اور عقیدے کی صفائی کے بعد

حصولِ نجاتِ آخرت کے لئے اسلام کے چاروں ارکان نماز۔ روزہ۔ حج اور زکوٰۃ کی پابندی لازمی ہے جیسا کہ پیچھے لکھا گیا ہے کہ اہل عرب جب اپنے گھوڑوں کو تیز رو اور جفاکش بنانا چاہتے تو انہیں اکثر بھوکا پیاسا رکھتے جس کے نتیجے میں وہ ایک طرف تو بھوکا پیاسا رہنے کی تکلیفیں برداشت کرنے کے عادی ہوجاتے دوسری طرف ان کا بدن ہلکا پھلکا ہوجاتا۔ ان میں یہ دونوں صفات پیدا ہوجاتیں تو وہ تیز روی اور مسلسل مصروف تگ و تاز رہنے کے قابل ہوجاتے۔ ایسے گھوڑے کو فَرَسٌ صَائِمٌ (روزہ دار گھوڑا) کہتے۔

اس بیان سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جس طرح گھوڑے کی غذا کم کرکے اسے فاقے رکھ کر اسے دوڑ اور جنگ کے لیے تیار کیا جاتا ہے اسی طرح روزہ اللہ کی راہ میں جفاکش پُرعزم اور میدانِ جہاد میں ثابت قدم رہنے کے اوصاف پیدا کرتا ہے اور اسی لئے فرض کیا گیا ہے۔

اسلام میں روزے کی اہمیت

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ: ۱۸۳) "اے ایمان والو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔ جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے (روزوں کا یہ حکم تم کو اس لیے دیا گیا ہے) کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو۔

روزہ کسی نہ کسی شکل میں ہر دین میں پایا جاتا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ روزہ تم پر ہی نہیں فرض کیا گیا بلکہ تم سے پہلی اُمتوں پر بھی فرض تھا اور اس کا مقصد تمہارا اپنا نفع، تمہارا اپنا فائدہ "تقویٰ" یعنی اصلاحِ نفس ہے۔

روزے کی ریاضت و مشقت کا مقصد

مقصد یہی ہے کہ اس کے ذریعے انسان کی قوتِ حیوانیت اور بہیمیت کو دبایا جائے اور قوتِ ملکوتیت و روحانیت کو اجاگر کیا جائے۔ بطلوعِ صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے جنسی ملاپ اور ہر قسم کے فسق و فجور بلکہ جملہ انواع کے لغویات۔ لایعنی بے ہودہ کلام تک سے مجتنب رہنے کی سال میں ایک ماہ مسلسل اس لیے مشق کرائی جاتی ہے کہ ضرورت کے موقع پر ان پر عمل کرنا شاق نہ ہو بلکہ وہ پہلے سے اس کا عادی ہو۔ اس سے روزے کی اہمیت بھی معلوم اور مسلمانوں کی دلجوئی کا بھی انتظام کیا گیا کہ روزہ اگرچہ مشقت کا عمل ہے لیکن یہ مشقت تم سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام اُمتیں برداشت کرتی آئی ہیں ـــــ ظاہر ہے کہ جو مشقت مشترکہ طور پر بہت سے اٹھاتے ہیں، وہ ہلکی معلوم ہوتی ہے۔

كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ یعنی یہ روزے یہ عبادت صرف تمہارے ہی اوپر پہلی بار فرض نہیں کی گئی بلکہ تم سے پہلے دوسری اُمتوں پر بھی فرض کی گئی تھی ـــــ آسمانی شریعتوں میں یہ ابتداء سے تربیتِ نفس کی خاص ریاضت رہی ہے مقصود اس بات کا حوالہ دینے سے صرف عام طبیعتوں کی گھبراہٹ دور کرنا ہے۔ اور انہیں پریشانی سے بچانا اور تسلی دلانا ہے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ـــــ شرائع الٰہی کی قدیم وراثت ہے جو تمہاری طرف منتقل ہو رہی ہے اور تم اس کو اختیار کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے سب سے زیادہ حقدار ہو ـــــ اس آیت میں یہ نہیں بتایا کہ پچھلی اُمتوں پر روزے کن ایام میں رکھنے فرض تھے ان کی تعداد کیا تھی اور ان کے اوقات کیا تھے۔

نگاہوں کا اللہ تعالےٰ کی ہر قسم کی نافرمانی دیکھنے سے رُک جانا جس میں کہ غیر محرم عورت پر قصداً نظر اٹھانا خاص طور پر شامل ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا (الاسراء ۳۶) "بے شک سماعت۔ بصارت اور دل کے خیالات ان سب کے بارے میں سوال ہوگا"

غرضیکہ صوم (روزہ) کا صحیح مفہوم ہی یہی ہے کہ ہر برائی۔ ہر خطا سے اپنے دامن کو بچانا اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی مقرر کردہ حدود میں رہنا ـــــ جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری عن ابی ھریرۃ) "جس آدمی نے روزے کی حالت میں نہ تو جھوٹ چھوڑا۔ اور نہ دوسرے بُرے اعمال ترک کئے تو اللہ تعالےٰ کو کوئی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے"

یعنی جب تک وہ فسق و فجور ترک نہ کرے صرف کھانے پینے سے منہ باندھ لینا اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اور اس طرح روزے کا مقصد پُورا نہیں ہوتا۔ روزے کی نیّت کے ساتھ طلوعِ صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے۔ ازدواجی تعلقات اور ہر قسم کے گناہوں سے رُکے رہنا اس کا نام روزہ ہے۔

روزہ اسلام کا ایک اہم رکن ہے

اسلام کے پانچ ارکان میں سے روزہ بھی ایک رکنِ عظیم ہے۔ روزہ اُن عبادات میں سے ہے جن کو اسلام کے عمود اور شعائر قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے جو شخص شرک میں مبتلا نہ ہو اور نماز کا پابند ہو مگر رمضان المبارک میں بغیر شرعی عذر روزے نہ رکھے اور نہ اس کی قضا دے تو اس حالت میں اس کی توحید کی کوئی وقعت ہے اور نہ نماز کی کوئی قیمت، جس احکم الحاکمین نے توحید اور نماز کا حکم صادر فرمایا ہے۔ اسی مالک الملک نے روزے کا حکم دیا ہے۔ ایک محکوم اور ایک غلام کو یہ کہاں حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے آقا۔ اپنے حاکم کے ایک حکم پر عمل کرے اور دوسرے کو نظر انداز کر دے۔ مرضی حاکم کی چلتی ہے نہ کہ محکوم کی۔ بہت سے لوگ ایسے بھی دیکھنے میں آرہے ہیں کہ موسم گرما میں شدید تکلیف اُٹھاتے ہوئے بھی روزہ تو رکھ لیتے ہیں مگر نماز نہیں پڑھتے۔ یا پھر نماز صرف ماہ رمضان میں ادا کرتے ہیں۔ جہاں رمضان المبارک رخصت ہوا۔ اُن کی نماز بھی ساتھ ہی رُخصت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کتنے اشخاص قربانی کے لیے بڑے بڑے دُنبے پالتے ہیں اور نمائش کے لیے انہیں اپنے ساتھ ساتھ لیے پھرتے ہیں۔ مگر نہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ روزے رکھتے ہیں۔ ان عاملین کے ان اعمال کے کیا مقاصد ہیں؟ اور اس میں کیا فلسفہ ہے؟ کم از کم ہماری سمجھ میں آج تک نہیں آیا۔

اسلام کی مثال ایک خیمہ یا ایک چھت کی ہے

نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج اس خیمہ اسلام یعنی اس دینِ اسلام کے یہ چار ستون ہیں۔ اور توحید اس قصرِ اسلام کی بنیاد ہے۔ اگر بنیاد ہی کمزور یا ٹیڑھی ہو تو عمارت کبھی نہیں ٹھہر سکتی بلکہ منہدم ہو جائے گی۔ لہٰذا جس شخص کے پاس دولتِ توحید نہیں۔ اور وہ شرک ایسی خطرناک بیماری میں مبتلا ہے۔ جس کا علاج توبہ اور اس سے یکسر اجتناب ہے تو اس کی نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ سب کچھ باطل، ہر عمل بے قیمت اور عبث ہے۔

مسئلۂ توحید

سب سے پہلے انسان کو مسئلہ توحید اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ شرک اکبر الکبائر ہے۔ یعنی بڑے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ مشرک اگر بغیر توبہ مر گیا تو اس کی نجات کی کوئی صورت نہیں۔ جیسا کہ ارشادِ حق تعالےٰ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (النساء ۴۸) "بے شک اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دے"

روزہ کسی نہ کسی صورت میں دنیا کے تقریباً ہر مذہب میں پایا جاتا ہے ۔ جیسا کہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا طبع چہاردہم کی جلد ۹ صفحہ ۱۰۶ اور جلد ۱۰ صفحہ ۱۹۳ سے ظاہر ہے (تفسیر ماجدی)

لیکن قرآن کو مشرکانہ مذاہب سے بحث نہیں ۔ اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ سے اس کی مراد اہل کتاب ہی سے ہو سکتی ہے ۔ چنانچہ روزہ شریعت موسوی کا ایک اہم اور مشہور جزو ہے ۔ مذاہب عالم سے اتنی گہری واقفیت کہ صاف صاف اُن میں روزہ کے جزوِ مذاہب ہونے کی خبر دے دی ۔ ڈاک اور ریل کے زمانے سے صدیوں قبل ، اخبارات اور کتب خانوں کے وجود سے ہزار بارہ سو سال پیشتر عرب جیسے دُور افتادہ اور دنیا کے ہر ملک سے بے تعلق جزیرہ نما میں ایک اُمّی کے لئے کسی طرح بھی ممکن نہیں بجز توسطِ وحیِ الٰہی کے ۔

روزہ تزکیہ نفس کا نسخہ اکسیر ہے

روزہ تعمیل ارشادِ خداوندی میں تزکیۂ نفس ، تربیتِ جسم دونوں کا ایک بہترین دستور العمل ہے روزے سے اپنی خواہشات پر قابو پانے کا ملکہ پیدا ہوتا ہے اور یہی تقوے کی بنیاد ہے ۔ اور روزے کی غرض و غایت تقوے ہے ۔ جیسا کہ ارشاد ہے ۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ یعنی روزے تم پر اس لئے فرض کئے گئے ہیں کہ تم میں تقوٰی کی صلاحیت پیدا ہو جائے ۔ اسلامی روزے کی اصل غرض و غایت اُمّت اور افراد کو متقی بنانا ہے ۔

تقوٰئ نفس کی ایک مستقل کیفیت کا نام ہے ۔ جس طرح مضر غذاؤں اور مضر عادتوں سے احتیاط رکھنے سے جسمانی صحت درست ہو جاتی ہے اور مادی لذتوں سے تلطف و انبساط کی صلاحیت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے ۔ بھوک خوب کھل کر لگنے لگتی ہے ۔ خون صالح پیدا ہونے لگتا ہے ۔ اسی طرح اس عالم میں تقوے اختیار کر لینے سے (یعنی جتنی عادتیں صحتِ روحانی و حیاتِ اخلاقی کے حق میں مضر ہیں ان سے بچے رہنے سے) عالم آخرت کی لذتوں اور نعمتوں سے تلطف اٹھانے کی صلاحیت اور استعداد آدمی میں پوری طرح پیدا ہو کر رہتی ہے ۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں اسلامی روزے کی افضلیت دوسری قوموں کے گرے پڑے روزوں پر علانیہ ثابت ہوتی ہے (باقی)

مساجد و مدارس سے تعاون کی اپیل

۱ ۔ ہماری مسجد کے لئے لاؤڈ سپیکر کی ضرورت ہے ۔ اور ۴ الماریاں ۳ کھڑکیاں ، تین دروازے لگنے والے ہیں ۔ اور باہر فرش بھی لگنے والا ہے آپ اس صدقہ جاریہ میں حصہ لے کر ثواب دارین حاصل کریں مہربانی ہوگی ۔ یہ تحصیل کا پسماندہ علاقہ ہے اور بدعتی حضرات کا زور ہے ۔ ہم نے قلیل ہونے کے باوجود مسجد کی چھت مکمل کر لی ہے ۔ فرش کا کام اور اندر سے پلستر وغیرہ بھی باقی ہے ۔ رمضان المبارک کے دوران تعاون فرما کر ممنون فرمائیں (مولوی محمد اشرف خادم امام جامع مسجد محمدی اہل حدیث چک ۹۳/ایم ۔ ایل ڈاکخانہ چک ۹۲/ایم ۔ ایل تحصیل و ضلع بھکر)

۲ :- جامعہ اصحاب الحدیث رجسٹرڈ ملتان کے لیے ساڑھے تین کنال رقبہ قیمتاً -/۵۵۰۰۰ ہزار روپے میں خرید کیا ہے ۔ اور دس مرلے جگہ الحاج عبدالقادر خان صاحب نے جامع مسجد کے لئے وقف کئے ہیں جزاہ اللہ احسن الجزاء ۔ جامعہ کی چاردیواری ، طلباء کے رہائشی کمروں اور جامع مسجد کی تعمیر کے لئے جماعتی احباب سے تعاون کی پُرزور اپیل ہے (رشید احمد محمدی مہتمم جامعہ اصحاب الحدیث رجسٹرڈ لطف آباد بند بوسن روڈ لاہور)

۳ :- ادارہ التبلیغ تعلیم القرآن والحدیث مجاہد پیر روڈ سلطان ضلع جھنگ طلباء و طالبات کو دینی تعلیم دے رہا ہے ۔ مقامی جماعت قلیل ہے خرچہ برداشت نہیں کر سکتی ۔ لہٰذا مخیر حضرات سے اپیل ہے کہ پرزور مالی تعاون فرمائیں (عبدالکریم شفیق ضلعی امیر جماعت غرباء اہل حدیث جھنگ)

قصبہ بھومن شاہ میں حفظ القرآن کا اجراء

ماہ شوال میں بھومن شاہ کے مدرسہ تبلیغ الاسلام کے تحت حفظ کا شعبہ قائم کر دیا گیا ہے ۔ جس میں ایک تجربہ کار اور بہترین قاری صاحب کی خدمات حاصل کر لی ہیں ۔ لہٰذا مقامی و بیرونی طلباء برائے حفظ داخلہ لے سکتے ہیں ۔

۵۸-۱

ملک عبدالرشید عراقی - سوہدرہ

قسط ۳ آخری

اعتکاف اور لیلۃ القدر

اعتکاف

رمضان کے آخری عشرہ کے شروع ہونے پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف بھی کرتے۔ لغت میں اعتکاف کے معنی کسی جگہ بیٹھ جانے کو کہا جاتا ہے لیکن شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف کا مطلب یہ ہے کہ "ایک خاص مدت کے لیے انسان مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھ جائے اور مخصوص انداز اسلوب کے ساتھ اپنی مساعی کو اللہ کی عبادت کے لئے مخصوص کرے۔"

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان میں اعتکاف کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ ان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف العشر الاواخر من رمضان حتی قبضہ اللہ (جامع ترمذی بروایت عائشہؓ) "رمضان کے آخری عشرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر اعتکاف کرتے رہے۔"

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے آخری اعتکاف بیس روز کا کیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ کان النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم یعتکف کل رمضان عشرۃ ایام فلما کان العام الذی قبض فیہ اعتکف عشرین یومًا (بخاری بروایت ابوہریرہؓ) "آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کرتے تھے لیکن جو اعتکاف آپ نے اپنے سن وفات میں کیا بیس روز کا تھا۔"

اس کی وضاحت جامع ترمذی اور مسند امام احمد کی ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ آپ ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرتے تھے۔ لیکن ایک سال کسی وجہ سے اعتکاف نہ کرسکے۔ تو آئندہ سال ۲۰ دن کا اعتکاف فرمایا۔"

اعتکاف کے سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ اعتکاف کرنے والا رمضان المبارک کی ۲۰ تاریخ کو نماز مغرب سے پہلے مسجد میں جائے۔ رات وہیں گزارے۔ اور ۲۱ رمضان کو نماز فجر کے بعد اپنے اعتکاف کی جگہ (معتکف) میں داخل ہو جائے۔ حدیث میں آتا ہے کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اراد ان یعتکف صلی الفجر ثم دخل معتکفہ (صحیح مسلم بروایت حضرت عائشہؓ) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے، تو فجر کی نماز کے بعد معتکف میں تشریف لے جاتے۔"

اعتکاف کی حالت میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی اور بستر وغیرہ استعمال فرماتے تھے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ "آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معتکف میں یا تو بستر بچھا دیا جاتا یا چارپائی مہیا کردی جاتی" (سنن ابن ماجہ بروایت ابن عمرؓ)

معتکف حوائج ضروریہ کے لیے مسجد سے باہر جا سکتا ہے۔ اور جنازہ میں شریک نہیں ہو سکتا۔ سنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں اس سے متعلق احادیث آئی ہیں۔

اعتکاف کا مقصد

اعتکاف رمضان کے فوائد اور مقاصد کی تکمیل کے لئے ہے۔ اگر روزہ دار کو رمضان کے پہلے حصے میں وہ سکون قلب۔ جمعیت باطنی، فکر و خیال کی مرکزیت، رجوع الی اللہ کی حقیقت، اور اس کے در سعادت پر پڑا رہنے کی سعادت نہیں ہو سکی تو اس اعتکاف کے ذریعہ اس کا تدارک کر سکتا ہے۔

علامہ ابن القیم (م ۷۵۱ھ) لکھتے ہیں:۔

"اعتکاف کی روح اور اس سے مقصود یہ ہے کہ قلب اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اس کے ساتھ جمعیت باطنی حاصل ہو۔ اشتغال بالخلق سے رہائی نصیب ہو۔ اور اشتغال بالحق کی نعمت میسر آئے اور یہ حال ہو جائے کہ تمام افکار و ترددات اور ہموم و وساوس کی جگہ اللہ کا ذکر اور اس کی محبت لے لے ہر فکر اس کی فکر میں ڈھل جائے۔ اور ہر احساس و خیال اس کے ذکر و فکر

اور اس کی رضا و قرب کے حصول کی کوشش کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے۔ مخلوق سے اُنس کے بجائے اللہ سے انس پیدا ہو۔ اور قبر کی وحشت میں جب اس کا کوئی غمخوار نہ ہوگا۔ یہ اُنس اس کا زادِ سفر بنے۔ یہ ہے اعتکاف کا مقصد جو رمضان کے افضل ترین دنوں یعنی آخری عشرہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ (زاد المعاد ص ۱؎)

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں۔

"چونکہ مسجد میں اعتکاف جمعیتِ خاطر، صفائیٔ قلب، ملائکہ سے تشبہ اور شب قدر کے حصول کا ذریعہ، نیز طاقت و عبادت کا بہترین موقع ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عشرہ اواخر میں رکھا ہے اور اپنی اُمت کے محسنین و صالحین کے لیے اس کو سُنّت قرار دیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۴۲)

اسی لئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ہمیشہ مداومت فرمائی۔ اور مسلمانوں نے بھی ہر جگہ اور ہر دور میں اس کی پابندی کی۔

لَیْلَۃُ الْقَدْر

رمضان کا آخری عشرہ اپنے اندر بے شمار برکتیں اور فضیلتیں رکھتا ہے۔ لیلۃ القدر اسی عشرہ میں آتی ہے۔ لیلۃ القدر کس قدر برکتوں سے معمور ہے۔ اس کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (القدر ۱ تا ۵) "بے شک ہم نے قرآن مجید کو لیلۃ القدر میں اتارا ہے اور آپ کو خبر ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے۔ لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اس رات فرشتے اور رُوح القدس (حضرت جبرئیل) اترتے ہیں، اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کے لیے سلامتی (ہی سلامتی) ہے اور طلوعِ فجر تک رہتی ہے۔"

اللہ تعالےٰ نے اپنی حکمت و رحمت سے اس کو رمضان کے آخری عشرہ میں رکھا ہے تاکہ مسلمان اس کی جستجو میں رہیں۔ اور ان کی طلب ہمت بڑھے اور آخری عشرہ کی راتیں عبادت و ریاضت میں گزار دیں جیسا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ کہ آپ آخری عشرہ میں رات کو بیدار رہتے تھے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے اور کمر کس لیتے تھے۔ اور بمقابلہ پہلے دو عشروں کے اس عشرہ میں بہت زیادہ عبادت کرتے تھے آپ نے اس عشرہ کو دوزخ کی آگ سے نجات کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

احادیث کا زیادہ تر منشا یہی ہے کہ لیلۃ القدر آخری عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو (بخاری)

لیلۃ القدر سے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا تبصرہ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) لیلۃ القدر سے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں۔ "جاننا چاہیئے کہ شب قدر دو قسم کی ہے۔ ایک وہ جس میں آسمان سے فیصلے کئے جاتے ہیں۔ یہ وہ رات ہے جس میں قرآن مجید اسماء دنیا پر پورے کا پورا نازل ہوا اس کے بعد تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا۔ یہ رات سال بھر میں صرف ایک مرتبہ آتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ وہ رمضان ہی میں ہو۔ البتہ گمان غالب رمضان ہی میں ہونے کا ہوتا ہے۔ نزول قرآن کے موقع پر یہ رات رمضان ہی میں تھی۔

دوسری قسم وہ ہے جس میں ایک قسم کی روحانیت سے محسوس ہوتی ہے۔ فرشتے زمین پر اُتر آتے ہیں۔ مسلمان اس رات اطاعت میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کے انوار و برکات سے ایک دوسرے کو فیض پہنچتا ہے۔ فرشتے ان سے قرب حاصل کرتے ہیں، شیاطین ان سے دُور بھاگتے ہیں۔ ان کی دعائیں اور حاجات قبول کی جاتی ہیں۔ یہ رات ہر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ملتی ہے۔ یہ مقدم مؤخر ہوسکتی ہے۔ لیکن رمضان ہی میں رہتی ہے۔ اس لحاظ سے جو پہلی رات مراد لیتا

ہے، وہ کہتا ہے کہ یہ سال کے اندر دائر و سائر رہتی ہے۔ جس کی مراد دوسری رات ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں پائی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا خواب زیادہ تر آخری سات دنوں کے متعلق ہے پس جو اسے تلاش کرنا چاہے وہ آخری سات دنوں ہی میں تلاش کرے۔ ایک مرتبہ یہ بھی ارشاد ہوا کہ یہ رات مجھے دکھائی گئی میں نے دیکھا کہ ——— میں پانی اور مٹی میں سجدہ کر رہا ہوں یہ ۲۱ ویں شب تھی۔ اسی سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف دراصل اختلاف وجدان پر مبنی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج۲ ص ۴۲-۴۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پاؤں تو اللہ تعالیٰ سے کیا دعا کروں۔ آپ نے فرمایا یہ دعا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (جامع ترمذی) "اے اللہ! تو بہت معاف کرنے والا ہے اور معافی کو اچھا سمجھتا ہے مجھ سے میری لغزش معاف فرما"۔

انتخابات

۱۔ اہل حدیث یوتھ فورس کراچی

سرپرست نمبر ۱۔ الحاج محمد سلیمان بندھانی (۲) ارشد صاحب (۳) فیروز بھیا (۴) حاجی قیام الدین (۵) الحاج سردار رحمت خان

امیر: ملک نور محمد ایڈووکیٹ

نائب امیر اول۔ محمد رفیق سلفی،

نائب امیر دوم: محمد سلیمان خان،

ناظم اعلیٰ: عبدالخالق آفریدی۔

نائب ناظم اول: عمر فاروق دانش۔

نائب ناظم دوم: محمد نواز صاحب۔

ناظم نشرواشاعت: سعید بن عزیز یوسف زئی۔ نائب ناظم نشرواشاعت: انور احمد

پریس سیکرٹری: شکیل احمد۔ ناظم مالیات محمد حنیف بندھانی۔ انچارج شعبہ تبلیغ: شفیق خان لیسروری۔ انچارج شعبہ طبع تالیف مولانا شاہد اللہ ضیا

مجلس عاملہ: صلاح الدین۔ محمد سلیم خان سیف اللہ خالد۔ خلیل احمد۔ راجہ ذوالفقار۔

ڈاؤ میڈیکل کراچی۔ محمد اسماعیل این ای ڈی یونیورسٹی کراچی (ناظم نشرواشاعت سعید بن عزیز یوسف زئی)

۲۔ جمعیت شبان اہل حدیث سیالکوٹ

سرپرست: حاجی محمد ادریس۔ صدر: جناب شیخ خالد مبارک نائب صدر اول: محمد صفدر صاحب بی اے۔ نائب صدر دوم: پروفیسر نثار احمد شیخ۔ جنرل سیکرٹری: قاری نعمۃ اللہ ملتانی نائب [illegible] عمار احمد چودھری۔ ناظم اطلاعات و نشریات: عبدالرشید

ناظم مالیات مرزا عبدالرشید، نائب [illegible] قریشی [illegible] صاحب [illegible] اشتیاق احمد صاحب (ناظم [illegible])

مدرسہ رحمانیہ اہلحدیث • کاموں کے

- مدرسہ رحمانیہ اہلحدیث کاموں کے ۱۹۷۶ء سے قائم ہے اور دینی علوم کی تدریس اور طلبائے علوم دینیہ کی تعلیم و تربیت کا کام نہایت جانفشانی مگر خاموشی سے انجام دے رہا ہے۔
- ابتدائی جماعت سے لے کر آخری جماعت تک درس نظامی کا معقول انتظام ہے۔ مولانا حافظ محمد صاحب بھٹوی اور مولانا محمد اکرم جمیل صاحب جیسے تجربہ کار اور مشفق اساتذہ کی خدمات حاصل ہیں۔
- طلباء کی رہائش، خوراک اور دیگر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے۔
- علوم دینیہ کے شوقین طلباء داخلے کے لیے جلد رجوع کریں • سرپرست کو ہمراہ لائیں۔

منجانب • حاجی غلام محمد و حاجی محمد اسماعیل مہر، ممبران انتظامیہ مدرسہ رحمانیہ

محلہ دھرپ سٹری - کاموں کے - ضلع گوجرانوالہ

ادارہ تبلیغ جمعیۃ اہل حدیث جام پور • جماعت کا عظیم اشاعتی مرکز

احبابِ جماعت۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

- آپ حضرات کو یقیناً معلوم ہوگا کہ ادارہ تبلیغ جام پور پاکستان میں واحد اشاعتی مرکز ہے جس کے ذریعے تبلیغی لٹریچر چھپوا کر اور ملک کے دینی اداروں سے قیمتاً و بلاقیمت زیادہ تعداد میں حاصل کر کے ملک و بیرونِ ملک ہزاروں مقامات پر بذریعہ ڈاک مفت پہنچایا جاتا ہے۔
- ادارہ ہذا کی جانب سے اب تک مختلف اہم مسائل پر ۴۳ سلسلہ ہائے تبلیغ چھپوا کر ایک لاکھ سے زائد تعداد میں مفت تقسیم کئے جا چکے ہیں نیز اتنی ہی تعداد میں مختلف دینی اداروں سے حاصل کر کے تقسیم ہو چکے ہیں۔
- ادارہ ہذا کی طرف سے دینی مدارس میں پڑھنے والے غریب طلباء و علاقے کے نادار لوگوں کی مالی اعانت بھی کی جاتی ہے۔
- آئندہ سال اس مشن کو مزید وسعت دیکر ضخیم کتب کی اشاعت و ہر ماہ کسی ضروری مسئلہ پر کتابچہ شائع کر کے تقسیم کرنے کا پروگرام ہے۔
- ادارہ کا اپنا مستقل دفتر نہ ہونے کی وجہ سے گھر ہی میں ادارہ کا جملہ کام انجام دیا جاتا ہے اس لیے حصولِ دفتر کے لیے کوشش بھی آئندہ پروگرام میں شامل ہے یہ سب کام صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور مسلک حقہ اہلحدیث کی دعوت کو عام کرنے، گھر گھر اور فرد فرد تک پہنچانے کے نقطۂ نظر سے کیا جا رہا ہے۔

اپیل رمضان المبارک کا مقدس مہینہ سایہ فگن ہے جس میں ایک نیکی کا صلہ ستر گنا ملتا ہے اکثر احباب کرام اسی ماہ مبارک میں زکوٰۃ وغیرہ سے دینی اداروں کی مالی اعانت فرماتے ہیں لہٰذا تمام مخیر احباب جماعت و سب اہل توحید بھائیوں سے اپیل ہے کہ دینی لٹریچر کی اشاعت و تقسیم کے اس عظیم مشن میں بھرپور مالی مدد ارسال فرمائیں تاکہ ہم بیرونی سے دین متینہ کی اشاعت و ترویج و تقسیم کا کام انجام دے سکیں اللہ آپ کو اجر دے گا۔

نوٹ:- بذریعہ بنک رقوم بھیجتے وقت درج ذیل بنک کاؤنٹ نمبر یاد رکھیں۔ مسلم کمرشل بنک جام پور کھاتہ ۳۰۹۴ بنام جمعیۃ اہلحدیث جام پور

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:- محمد یسین راحی ناظم ادارہ تبلیغ جمعیۃ اہلحدیث جام پور • ضلع راجن پور

PHONE 54406 WEEKLY AL-AITISAM LAHORE RL.NO. 5523
7-6-85